بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اشارات کا ایک خصوصی سلسلہ اپریل سے شروع کیا تھا۔ جماعتوں کے کالعدم ہونے کے بعد میں نے اپنے ضمیر کی تحریک سے تمام خادمانِ دین کو اس غرض کے لیے مخاطب کیا کہ وہ اقامتِ دین کے نصب العین پر نگاہیں مرتکز کر کے امکانی حد تک جو کچھ کر سکتے ہیں، کریں۔ نیز وہ اپنے آپ کو جمود سے بھی بچائیں اور آہستہ کار ذہنی انحرافات سے بھی۔ میں اپنے دَورِ فرصت کو بانجھ نہیں رہنے دینا چاہتا جب کہ ہر لحظہ گھڑیال کی منادی یہ ہوتی ہے کہ گردوں نے عمر کی ایک اور گھڑی گھٹا دی ہے۔ یہ سلسلہ ابھی جاری رہنا ہے اور میں ستمبر کے لیے اپنا مضمون لکھ چکا تھا مگر مسلمانوں کے تازہ مصائب کی لہروں نے میری توجہ مسئلہ قدس اور بھارتی مسلمانوں کی انتہائی مظلومی کی طرف منعطف کرا دی۔ اس دفعہ کے اشارات میرے احساسات ملّت کے جذبات کے آئینہ دار ہیں۔ بعد میں سابق سلسلہ اشارات بحال کر دیا جائے گا۔ (ن۔ ص)

(۱)

پہلا مسئلہ یروشلم کا ہے۔

یروشلم جو صہیونی ریاست کے بعد بھی مسلمانوں کے کنٹرول میں چلا آ رہا تھا، پچھلی جنگ میں یہودیوں نے اس پر قبضہ کیا۔ مسلمانوں کا عمل دخل ختم کیا۔ "مشرقی حصہ" جس میں مسلمانوں کی عظیم مقدس تاریخی مسجد اور گنبدِ صخرا واقع ہے، اس میں بے محابا تصرف ہی نہیں کیا، اس کی توہین بھی کی۔ اب کیمپ ڈیوڈ کے سمجھوتے کے مطابق ہونے والی بیگن سادات گفتگو کے عین دوران میں اسرائیلیوں نے تازہ اقدام یہ کیا کہ یروشلم سے متنازعہ

شہر کو دارالحکومت بنا لیا۔ اور اس کے لیے پارلیمنٹ سے بل پاس کرا لیا۔ کجا یہ کہ غربِ دریائے اردن کے عرب علاقے میں یہودیوں کی بستیاں بسانے کے خلاف مسلمانانِ عالم سراپا احتجاج بنے ہوئے تھے، اوپر سے مادہ پرستانہ جمہوریت کے پیرائے میں لاجمہوریت کا نیا کرتب دکھا دیا گیا۔

اب مسلم اقوام اور حکومتیں اضطراب دکھا رہی ہیں اور ان کے اثر سے اقوام متحدہ نے بھی یروشلم کو صیہونی دارالحکومت بنانے کے خلاف ... داد پاس کر دی ہے مگر ایسی کئی سابق قراردادیں اسرائیلی دھاندلیوں کے پیروں تلے پامال ہو رہی ہیں۔

یہ کونسا ڈھکا چھپا راز ہے کہ دونوں سپر پاورز کی سرپرستی صیہونی ریاست کو اس لیے حاصل ہے کہ مسلم دنیا کے ایک سرے پر یہ مسلم دشمن قوتوں کی ایک مضبوط چوکی ہے۔ بلکہ اسلحہ کے ذخیروں سے بھری ہوئی قلعہ بندی۔ اس سے مقصود تیل کے چشموں اور تجارتی منڈیوں کا تحفظ ہی نہیں بلکہ ملحدانہ تہذیب کو آگے بڑھانا اور مسلمانوں کو جارحیتوں، شرارتوں اور سازشوں سے اذیتیں دے دے کر کمزور کرنا بھی مطلوب ہے تاکہ مسلمان اول تو کبھی سر نہ اٹھا سکیں اور کچھ ترقی وہ کریں بھی تو اس شرط پر کہ احیائے اسلام کا کام نہ ہونے پائے۔

صدر امریکہ نے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے کی پٹڑی بچھا کر "مصر اسرائیل دوستی" کی جو گاڑی چلائی تھی وہ ابھی بیچ راستے ہی میں تھی کہ وائٹ ہاؤس کے گرد صدارتی انتخاب کا طوفان امڈنے لگا۔ صدر کارٹر مجبور ہو گئے کہ کامیابی کے لیے یہودی ووٹ حاصل کریں۔ اس مقصد کے لیے انہیں صیہونیوں کی حرکتوں سے چشم پوشی کے ساتھ خاموشی اختیار کرنی پڑی۔ بلکہ بعید نہیں کہ پورا پورا سودا اندر اندر ہی چک گیا ہو۔

سوال یہ ہے کہ اب کیا ہو؟ مسلم عوام میں سخت اضطراب ہے، حکومتیں احتجاجی بیانات دے رہی ہیں، ادارے اور تنظیمیں غم و غصہ سے بھری ہوئی قراردادیں پاس کر رہی ہیں خطیب آتشیں تقاریر کر رہے ہیں، مدیران مؤثر اداریے لکھ رہے ہیں اور یہ ابتدائی ردِ عمل تو ہونا ہی چاہیے۔ ایک مؤثر فیصلہ یہ ہوا ہے کہ جن ممالک کی حکومتیں تل ابیب سے اپنے سفارت خانے یروشلم منتقل کریں (یا واپس نہ لے جائیں) ان کے خلاف تیل اور تجارت اور دوسرے دوستانہ تعلقات ختم کر دیئے جائیں۔ اقوام متحدہ کی قرارداد میں بھی اس فیصلے کی تائید کی گئی ہے بیشتر حکومتوں

نے اس فیصلے کو تسلیم کر لیا ہے۔ نئی آواز سعودی عرب کی ہے۔ یہاں سے شہزادہ فہد نے جہاد کا نعرہ بلند کیا ہے۔ یقیناً حقیقی حل یہی ہے اور ایک نہ ایک دن اس کو جامۂ عمل پہننا ہے۔ مگر جہاد کی دوسری جو کچھ بھی ضروریات ہوں، اولیں اہمیت اتحاد کی ہے جو اسلامی بنیادوں پہ استوار ہونا چاہیے۔ اتحاد کا قیام بھی بجائے خود جہاد ہی کا ایک اقدام ہے۔

خدا کا احسان ہے کہ چند سال سے مسلم اقوام نے اتحاد کی سمت میں خاصی پیشقدمی کی ہے۔ مگر ابھی کچھ چٹانیں اور دراڑیں اس راہ میں رکاوٹ ہیں انہیں جلد دور ہونا چاہیئے۔

مسلم اقوام کی متعدد نزاعات ہیں، کیونکہ کچھ روس کے زیر اثر ہیں اور کچھ امریکہ کے سایۂ عاطفت میں۔ یہی صورتِ حالات حقیقی اسلامی اتحاد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ وقت کے جو نو بہ نو چیلنج پندرھویں صدی کا افتتاح کرتے ہوئے ابھر رہے ہیں۔ ان کا توڑ کرنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ دونوں سامراجی قوتوں کا دست آموز ہونے سے انکار کر دیا جائے اور آزادانہ موقف سے اپنے معاملات کو ــــ خواہ وہ زرعی و صنعتی ہوں یا تجارتی و مالیاتی، یا دفاعی ــــ اسلامی بصیرت کے ساتھ خود حل کیا جائے۔ جس سے بھی معاملہ کیا جائے اپنی آزادانہ اور خود دارانہ پالیسی کے تحت کیا جائے۔ جس دن یہ تبدیلی آگئی، سمجھیئے کہ مصیبت کے دن کٹ گئے۔

خاص طور پہ یہاں مصر کی روش کا ذکر اس لئے کیا جا رہا ہے کہ ہمارا یہ برادر مسلم ملک خاصی بڑی تاریخ اور رفیع حیثیت رکھتا ہے اور اسرائیلی ریاست کے معاملے میں اس کا پارٹ اہم اور مؤثر رہا ہے۔ مگر کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے کا امریکی جادو ایسا چلا کہ صدر سادات نے نہ تو عالمِ اسلام کے مجموعی رجحانات کی پرواہ کی اور نہ اپنے ہمسایہ عرب ممالک کی۔ اس طرح اختلاف کا ایک بڑا رخنہ مسلم محاذ میں پڑ گیا۔ بعض لوگوں نے پھر بھی حسنِ ظن قائم رکھا کہ شاید مصر کوئی داؤ کھیل کر بڑی حد تک بازی جیت لے جائے گا۔ لیکن عالم اسلام سے انقطاع نے اُدھر اتنی کمزوری پیدا کر دی ہے کہ امریکہ اور یہود اس سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دریائے اردن کے مغربی علاقے میں یہودی بستیاں بسانے کا سوال تو پہلے ہی موجود تھا اور اب مسئلہ قدس یاس انگیز سطح تک جا پہنچا ہے۔ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ صدر سادات ان اقدامات کا سخت نوٹس لیتے اور صاف کہہ دیتے کہ ان اقدام کو واپس لینے کے بعد ہی صیہونی امید کر سکتے ہیں کہ ان سے گفت و

میدہ جاری رکھی جائے ۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ عالمِ اسلام اور عرب ممالک سے مصر کی جو دوری پیدا ہو گئی ہے، اس کا ازالہ ہو جاتا اور گفت و شنید کا التوا بھی مشروط نوعیت کا ہوتا۔

بہرحال آج وقت مسلمانانِ عالم کے سامنے جو قضیے اور مصائب لے کے کھڑا ہے وہ بصیرت و تدبّر کا تقاضا کرتے ہیں ۔ بصیرت و تدبر پہلے ضروری ہے، اتحاد اور جہاد تو بعد ہی میں ہو سکتے ہیں ۔

مسئلہ فلسطین کو بڑا نقصان اس وجہ سے پہنچا کہ ابتداءً کئی سال تک اسے عربوں کا علاقائی مسئلہ بنا کر رکھا گیا۔ حالانکہ یہ اسلامی مسئلہ تھا اور اس سے سارے عالم اسلام کا تعلق تھا۔ برصغیر کے مسلمان تو تشکیل پاکستان سے بھی پہلے اعلان بالفور کے سخت مخالف رہے ہیں ۔ علامہ اقبال نے بھی مسئلہ فلسطین کو اپنا موضوع بنایا تھا۔ بعد میں اہل پاکستان اور حکومتِ پاکستان نے بھی عرب نیشنلزم کی پروا نہ کرتے ہوئے اس مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھا۔ اب خدا خدا کر کے چند برس سے مسئلہ فلسطین کو صحیح اسلامی رنگ میں دیکھنے کا آغاز ہوا ہے ۔ اس کا قدرتی نتیجہ ہے کہ اس مسئلے پر مسلمانوں کا اتحاد بھی پہلے سے زیادہ ہے اور اب جہاد کا اسلامی رجحان بھی سامنے آرہا ہے مگر ابھی مزید کام کرنے کی ضرورت ہے ۔

---

(۲)

دوسرا دردناک مسئلہ بھارت کے مسلمانوں کا ہے۔

کالی دیوی ایک بار پھر مسلمانوں کے جلتے مکانوں کے سامنے ان کی نعشوں پر رقص ناز کر رہی ہے اور بھارت کے برہمنی، مہاجنی سامراج کی قیادت ان کے خون سے اپنے پائے نخوت کو حنا آلود کر رہی ہے۔ مسلمانوں کے خلاف حالیہ ہنگامہ بربادی اگرچہ ۱۹۴۷ء کے مسلم کش بلووں کے بعد سب سے بڑا طوفان ہے مگر نہ صرف یہ کہ ہر حال مسلمانوں کے خلاف کئی کئی سو بار تباہی کے اقدامات ہوتے رہے ہیں ۔ بلکہ بھارت کی مسلم دشمنی اور مسلم کشی کی تاریخ بڑی پرانی ہے۔ ایک واقعہ اگر استثنائی طور پر رونما ہوتا تو اس کی آسانی سے کوئی خوبصورت توجیہہ کی جاسکتی۔ اس کی ذمہ داری کسی شر پسند

عنصر کے سر ڈالی جا سکتی — یہ نکتہ بھی اچھالا جا سکتا کہ یہ بیرونی طاقت کی سازش ہے - مگر گذشتہ ۳۳ سال میں تین چار ہزار بار تو ایک ہی طرح کی سازش نہیں کی جا سکتی تھی کہ کبھی ایک علاقے میں اور کبھی دوسرے علاقے میں بھارت کی سب سے بڑی اقلیت کو ایک ہی جیسے طریق واردات سے نشانہ بنایا جائے، یعنی مسلمانوں کے مخالف فرقہ پرست مفسدوں اور پولیس اور فوج کی مشترکہ کارروائی سے مسلمانوں کی خونریزی ہو، جانی نقصان ہو، بچے تک مارے جائیں - خواتین کی آبروریزی کی جائے - اور خاص اہتمام سے گھروں کے ساتھ ساتھ دکانوں اور کارخانوں کو جلایا جائے تاکہ اُن پر مستقل معاشی تباہی بھی وارد رہے - یہ تو ملک کے اندر ہی مسلم دشمن قوتوں کی ایک طویل سازش ہے جو اپنے گُل کھلا رہی ہے -

آیئے ذرا ۳۳ سال کی مسلم کشی کے مذہبی اور تاریخی پس منظر پر ایک نگاہ ڈال لیں -

بھارت کی اکثریتی قوم جو حکومت چلا رہی ہے، یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ یہ دنیا اور اس کی زندگی ایک بے مقصد رام لیلا ہے - دیوی دیوتاؤں کا رچایا ہوا کھیل ہے جو آپس میں لڑتے بھی ہیں اور ایک دوسرے کو دھوکا بھی دیتے ہیں - پھر یہ قوم چونکہ سانپوں، گایوں، بندروں، درختوں، دریاؤں اور پہاڑوں کو پوجتی ہے اس لیے احترامِ انسانیت کے جوہر سے عاری ہے - کسی پکے ہندو کے سامنے اگر ایک طرف کوئی گائے ڈوب رہی ہو اور دوسری طرف کوئی غیر ہندو انسان، تو وہ گائے کو بچانے کو ترجیح دے گا - ہندو قوم اپنی مذہبی ساخت کے اعتبار سے حقوقِ انسانی کا کوئی تصور نہیں رکھتی -

ایک طرف اِس قوم نے اپنے دائرے کے اندر انسانوں کو مختلف صنفوں میں تقسیم کر کے اعلیٰ ترین حقوق برہمنوں کو دیئے ہیں اور شودروں اور اچھوتوں کو جانوروں سے بھی بدتر مقام پر رکھا ہے، دوسری طرف یہ قوم ٹھیک یہودیوں کی طرح اپنے دائرے سے باہر کے انسانوں کو ملیچھ (ناپاک) سمجھتی ہے اور ان سے مذہبی بنیادوں پر شدید نفرت رکھتی ہے - چنانچہ برصغیر کی پچھلی ہزار سالہ تاریخ اِن کی مسلم آزاری کی ظالمانہ اور گھناؤنی تاریخ ہے -

مسلمان حکمران تھے تو اُن کے حسنِ سلوک کے باوجود اُن کے خلاف سازشیں اور بغاوتیں جاری رکھیں - اطاعت و وفا کے معاہدے کرتے اور پھر غداری دکھلاتے - اکبری دَور میں ان کا دربار اور حرم سرا میں عمل دخل اتنا بڑھا کہ انہوں نے اکبر کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا اور محل میں صنم پرستی، آفتاب پرستی

خنزیر پروری، ماتھے پر ہندوؤں کی طرح قشقہ کھینچنے کی روایت، اسلام کے ساتھ استہزاء، مسلمان علماء کے قتل جیسے فتنوں نے زور پکڑا۔ اس طلسم باطل کو توڑنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ اور ان کی دعوت اورنگ زیب کے دور میں پورے برگ و بار لائی۔ جب کہ سلطنت کا کام دینی بنیادوں پر چلایا جانے لگا۔ اور اسلامی قوانین کا اجراء ہوا۔ اسی وجہ سے ہندو اورنگ زیب سے سخت بیزاری رکھتے ہیں اور اس کی تصویر مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف بغاوت انگیزی کے جذبے سے بنکم چندر چٹرجی نے بڑا زوردار ناول لکھا جس میں بندے ماترم کا زہریلا ترانہ شامل ہے۔

پھر جب انگریزی اقتدار قائم ہوا تو مسلمانوں کی حکمرانی کا انتقام لینے کے لیے یہ قوم انگریزوں کی چھیتی بن بیٹھی اور تعلیم، تجارت اور ملازمتوں پر قبضہ جمایا۔ مسلمان جو ہی کافرانہ حکومت کے خلاف تحریک مجاہدین اور ۱۸۵۷ء کے انقلابی معرکے میں خاک و خون میں تڑپ گئے اور مقدمہ ہائے بغاوت میں شدید ترین سزاؤں کا نشانہ بنے، ان کو بعد کے سارے دور میں ایک ایک دفتر اور ایک ایک بازار میں ہندو تعصب کے وار سہنے پڑے۔ پھر جب مسلمانوں کی مجاہدانہ تحریکیں ناکام ہو گئیں تو ہندوؤں نے کانگریس کے جھنڈے تلے تحریکِ آزادی کا آغاز ــــ مسلمانوں کو ساتھ لے کر ان سے قربانیاں لیں اور ان قربانیوں سے "سیکولرنما وطن پرستانہ ہندو اسٹیٹ" قائم کرنے کے منصوبے بنا لیے تاکہ مسلمانوں کو پوری طرح اکثریت کے شکنجے میں کس لیں اور اسلام کا نام تک نہ لینے دیں۔ یہ منصوبہ اس لیے مخفی نہ رہ سکا کہ جب بھی مسلمانوں کے حقوق کا سوال اٹھا تو ہندو تعصب حائل ہو گیا۔ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چلا کر جب مسلمانوں کو دعوتِ ارتداد دی جانے لگی تو آنکھیں کچھ کھلیں اور بعد میں پنڈت جواہر لال نہرو نے "مسلم ماس کنٹیکٹ" کے ذریعے مسلمانوں میں سوشلزم اور لادین وطن پرستی کو پھیلانے کی مہم شروع کی تو اندھوں کو بھی دکھائی دینے لگا کہ مسلمانوں کے دینی و تہذیبی وجود کو ختم کرنے کی یہ نئی چال ہے۔ آخر میں تعلیم کے دائرے میں جب کانگریس نے وردھا اسکیم وارد یا مندر اسکیم کو اختیار کیا تو بلی تھیلے سے بالکل ہی باہر آچکی تھی بلکہ تھی، پورا "بگھیاڑ" تھا۔ (پنجابی لفظ معنی بھیڑیا یا مام شیر)

ان حالات میں چند سال کے اندر اندر مسلمانوں میں اپنے ملی و تہذیبی وجود کو بچانے کے لیے جداگانہ مسلم مملکت کے حصول کا جذبہ بڑھتا چلا گیا، اور ۱۹۴۰ء میں انہوں نے باقاعدہ ریزولیوشن کر کے ملک کی تقسیم اور مسلم انڈیا کی الگ حکومت بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہی فیصلہ تحریکِ پاکستان کا پہلا واضح

اظہار تھا۔

تحریک پاکستان کے خلاف ہندوؤں نے پروپیگنڈے اور چالوں کا سارا زور صرف کر دیا۔ قائداعظم اور تصورِ پاکستان کا ہمیشہ توہین آمیز طریق سے مذاق اڑایا گیا۔ مگر یہ تحریک کامیاب ہوگئی۔ اب بھارت کے برہمنوں اور مہاجنوں نے نئی اسکیم یہ بنائی کہ پاکستان نامی علیحدہ مسلم مملکت اس طرح بنے کہ وہ چل نہ سکے۔ پہلا اقدام یہ کیا گیا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ذریعے ریڈکلف (نئی سرحد کا فیصلہ کرنے والے کمیشن کا سربراہ) سے سازش کر کے عین آخری وقت پر مسلمانوں کے نہایت اہم اکثریتی علاقے بھارت کی جھولی میں ڈال دیئے گئے۔ خصوصاً گورداسپور کا علاقہ بھارت کو دینے کے صاف معنی یہ تھے کہ ریاست جموں وکشمیر کی مسلم اکثریت آزاد مسلم مملکت میں شامل نہ ہو سکے گی۔ باشندگانِ ریاست کی مرضی کے بغیر خفیہ طریق سے غیر مسلم مہاراجہ نے بھارت سے ریاست کے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔ پھر مار امار کر کے بھارتی فوجیں وہاں داخل کی گئیں۔ خود بھارت نے کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کے سامنے پیش کیا اور وہاں سے باشندگانِ ریاست کے استصواب کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلے پر آج تک بھارت نے عمل نہیں کیا۔

کشمیر کی طرح ریاست جوناگڑھ اور مناوڈر کو بھی بھارت نے ہڑپ کر لیا بعد میں حیدرآباد کی ریاست کو بھی فوج کشی کر کے زیر نگیں کیا گیا۔

پھر یہ سازش بھی ریکارڈ پر تحریری طور پر موجود ہے کہ ایک تو بھارت کی خواہش یہ تھی کہ ان کا چہیتا گورنر جنرل پاکستان کا بھی پہلا گورنر جنرل ہو تاکہ وہ ایسے تصرفات کرے جن کا فائدہ فوراً یا بعد میں بھارت کو ملے۔

دوسری تجویز یہ تھی کہ دس پندرہ سال کے لیے پاکستان اور بھارت کو مشترک دفاع کے نظام میں کس دیا جائے تاکہ دفاع کے حیلے مالیات اور تعلیم اور دستور و قانون ہر چیز کو متاثر کیا جا سکے، بلکہ کسی نازک مرحلے پر خط تقسیم کو محو کر کے پاکستان پر قبضہ جما لیا جائے۔ قائداعظم کی بصیرت، اور مسلم عوام کی ہندو بیزاری نے اس سازش کو دونوں پہلوؤں سے ناکام کر دیا۔

مسلم دشمنی اور پاکستان دشمنی کا ایک مظاہرہ یہ بھی تھا کہ اثاثوں کی جو غیر منصفانہ تقسیم کی گئی تھی، اس کے تحت بھی پاکستان کو جو حصہ ملنا چاہیے تھا اسے روک لیا گیا۔ بلکہ فنڈز کی (باقی بر صفحہ ۲۹)

[illegible] تاکہ پاکستان اول روز ہی سے [illegible]
نے مدد کی کہ قائد اعظم کی ذاتی اپیل پر کاروباری طبقے نے حکومت پاکستان کو اتنے فنڈز فراہم کر دیے
[illegible] تنخواہیں [illegible]
قربانی دی کہ درختوں کے نیچے اسٹولوں اور دریوں پر بیٹھ کر کام کرنے لگے۔ اس وقت پنوں کی جگہ
کاغذوں کو جوڑنے کے لیے خاردار مغیلاں (ببول) استعمال ہوتے۔

تشکیلِ پاکستان کا [illegible] قتل کشی [illegible]
آئے جو پہلے سے تنظیم و تربیت کے مراحل طے کر چکے تھے۔ تقسیم کا مرحلہ آنے پر مسلم کشی کی بہیمانہ کارروائی
اتنے بڑے پیمانے [illegible] کی مثال نہیں ملتی حتیٰ کہ [illegible]
بھی [illegible] نظر آتا ہے۔ [illegible] قتل عام ہی نہیں تھا، املاک کی تباہی کی مہم بھی تھی، لوٹ مار
بھی ہو رہی تھی اور مسلمانوں کی بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کو لاکھوں کی تعداد میں اغوا کیا جا رہا تھا اور
نشانہ ہوس بنایا جا رہا تھا۔ زخمی اور بھوکے اور الم رسیدہ مسلمان گاڑیوں میں اور بڑے بڑے قافلوں
کی صورت میں پاکستان کی طرف لانگ مارچ کر رہے تھے۔ قدم قدم پر راستے میں ان پر حملے کیے جاتے
رہے۔ گاڑیوں کے پورے پورے مسافروں کو گولیوں اور برچھیوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔ قتل و غارت کے
اس ہنگامے سے ایک اور فائدہ ہندو قوم نے یہ مدنظر رکھا کہ پاکستان کی چھوٹی سی نوخیز مملکت پر
مہاجرین کی ایک بڑی تعداد کا بار پڑنے سے اول تو اقتصادی طور پر وہ بے جان ہو جائے گی۔ اور دوسری
طرف اس کے اندر سیاسی آویزشیں شروع ہو جائیں گی۔ خدا نے ان کے یہ دونوں مقاصد پورے
نہ ہونے دیے۔

لیکن یہ ساری کوششیں پاکستان کا بال بیکا نہ کر سکیں۔

تب بھارت نے پاکستان کے خلاف فوجی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ پہلی کوشش پاکستان سے رن کچھ کا علاقہ
چھیننے کے لیے کی گئی، مگر بھارتی فوج کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ یہ شاید پاکستان کی دفاعی صلاحیتوں کو ٹٹولنے
کی کوشش بھی تھی۔ دوسرا بڑا وار ستمبر ۱۹۶۵ء میں بغیر کسی اعلانِ جنگ کے پاکستان پر کھلی فوج کشی کی
صورت میں کیا گیا، مگر اس بار بھی بھارتی خواب پریشان ہو گئے۔ جنگ بندی کے لیے معاہدۂ تاشقند
وجود میں آیا، جس میں بھارتی مفاد کا پلڑا بھاری تھا۔ روس کے دباؤ سے اس پر حکومت پاکستان کے دستخط

حاصل کئے گئے۔ مگر پاکستان دشمنی کی آگ پھر بھی ٹھنڈی نہ ہو سکی۔ پاکستان بننے کے فوراً بعد سے پاکستان کے علاقے کی ہندو اور سیکولر آبادی کے ذریعے آہستہ آہستہ مسلم قومیت کے خلاف بنگلہ علاقائی قومیت کو اُبھارنے کی مساعی شروع کر دی گئیں۔ یہ کوششیں جنگ ستمبر کے بعد تیز تر ہو گئیں۔ بھارتی سازش کاروں نے اگرتلہ میں اسکیم تیار کر کے شیخ مجیب کو سیاسی میدان میں علیحدگی کی تحریک اُٹھانے کے لیے اُتارا۔ دوسری طرف ہندو آبادی اور سیکولر ذہن کے مسلمانوں کو عوامی لیگ کے ذریعے کام میں لگا دیا، پھر سلسلہ اور آگے چلا تو چھاپہ ماروں اور گھس بیٹھیوں کے تربیت یافتہ دستے کام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ انہوں نے بہاری مسلمانوں کے علاوہ مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے ملازمین اور سول آبادی کے علاوہ خود فوجی دستوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ بھارت میں باقاعدہ ٹریننگ سنٹر کھل گئے۔ انہی حملہ آوروں کی پیدا کردہ بدامنی کی وجہ سے ہندو اور دوسرے عوام گھبرا کر ترکِ وطن کرنے لگے اور اُن کے لیے مہاجر کیمپ بھی کھول دیے گئے۔ خود اُن میں سے بھی چھاپہ مار تیار کر کے بھجوائے جاتے جو کچھ حملے اور دھماکے کر کے واپس پہنچ جاتے ــ ساتھ ہی بھارت نے پروپیگنڈے کا طوفان اُٹھا دیا۔ لیکن ان اُلٹی تدبیروں سے بھی جب کام نہ نکلا تو سیدھے سبھاؤ بڑے پیمانے پر فوج کشی کر دی گئی۔ نتیجہ یہ کہ پاکستانی افواج کو بے مثال بہادری کے باوجود ہزیمت اُٹھانا پڑی۔ تب اندرا گاندھی نے فرمایا کہ ہم نے مسلمانوں سے ہزار سالہ تاریخ کا انتقام لے لیا ہے۔ یہ ایک فقرہ بھارت کی پچھلی ساری مسلم دشمن تاریخ کا گواہ ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ اصل مطلوب انتقام تھا۔

مفتوحہ مشرقی علاقہ جو اب بنگلہ دیش تھا، وہاں سے فوج اور سول ملازمین میں سے نوّے ہزار قیدی بھارت لے جائے گئے اور وہاں اُن کو سخت اذیت ناک حالات میں رکھا گیا۔ بعض افسروں کو غیر انسانی نوعیت کے شدید ٹارچر سے گذرنا پڑا۔ پھر ان قیدیوں کی رہائی کی قیمت کے طور پر وزیراعظم پاکستان سے شملہ معاہدے پر دستخط کرائے گئے جو معاہدۂ تاشقند کا جدید تر ایڈیشن تھا۔

بعد میں کئی بار یہ دھمکیاں دی گئیں کہ ہم پاکستان کے اور علاقے بھی تڑوا سکتے ہیں۔

بنگلہ دیش وجود میں آیا تو وہاں کے باشندوں نے بھارتی عنایات کا تجربہ ہونے کے بعد بھارت کے برہمنی مہاجنی سامراج کی گود میں بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ پاکستان کے ساتھ ازسرِ نو رشتۂ اخوت قائم ہوا۔ اس کی سزا بھارت نے فرخا بند کا پانی روک کر اور نو برآمد شدہ جزیروں پر ناجائز قبضہ

کر کے دی۔

ادھر آسام کے علاقوں میں غیر مقامی آبادی کے خلاف جو ہلاکت خیز ہنگامہ اُٹھا ہے، اس کا ہدف بننے والوں کی اکثریت بھی مسلمانوں ہی کی ہے۔

خیال رہے کہ جنگ ستمبر کے وقت بھی، اور سنہ ۷۱ء کے زمانے میں بھی یہودی لیڈر اور ماہرین نے بھارت پہنچ کر اپنا تعاون پیش کیا ہے۔ اسرائیلی ریاست سے اسلحہ منتقل کیا گیا ہے اور اب یہ خبر عام ہے کہ بھارت جدید قسم کے ٹینک حاصل کرنے کے بعد اپنے سنچورین ٹینک اسرائیلی ریاست کو دے دے گا۔ یہ وہی بھارت ہے جو عرب ممالک کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے بظاہر اسرائیلی ریاست کے خلاف ہے۔

تازہ کرم یہ ہے کہ اب جب روس نے افغانستان پر چڑھائی کی تو پاکستان، عرب مسلمانوں اور پورے عالم اسلام کے نقطۂ نظر کے خلاف، بلکہ خاص طور پر بھارتی مسلم اقلیت کے بین واضح جذبات کے برعکس اندرا حکومت نے ایک ایسی روس نواز پالیسی اختیار کی جس پر بعض بھارتی سیاست دان بھی مطمئن نہیں ہیں۔ جب روس کی جارحانہ کارروائی کے خلاف احتجاج ہو رہا تھا، اُسی کے ساتھ بھارت نے دوستی کے رشتے میں تازہ گرہیں لگائیں اور روس نے بھاری مشینی، برقی اور جوہری اسلحہ کے انبار لگا کر بھارت کو بالواسطہ طور پر اپنا اڈا بنا لیا۔ اب روسی محاذ کا ایک سرا افغانستان میں ہے تو دوسرا بھارت میں، بیچ میں پاکستان ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ بھارت کے مسلمانوں کے خلاف ہونے والی کارروائی روس ہی کے اشارے سے ہوئی ہو تاکہ عالم اسلام کی توجہ مسئلہ افغانستان سے ہٹائی جا سکے۔

بھارت نے خود تو یہ کیا کہ اپنے تیار کردہ ہلکے اور بھاری اسلحہ کے علاوہ روس سے اربوں ڈالروں کا جدید ترین ہلاکت خیز سامان سمیٹا اور دوسری طرف امریکہ اور فرانس اور دوسرے ممالک سے بھی، مگر وہی یہ چیخ و پکار کر رہا ہے کہ پاکستان اسلحہ جمع کر رہا ہے جو علاقے کے امن کے لیے خطرہ ہے۔ حال ہی میں اندرا نے اس مضحکہ خیز الزام کو بھی تازہ کیا ہے کہ پاکستان اسلامی بم بنا رہا ہے۔

ابھی چند ہی روز پہلے کا یہ زریں کارنامہ ناقابلِ فراموش ہے کہ پاکستان سے فرار کرنے والے حضرات نے لندن میں تیار کردہ اسکیم کے تحت دہلی میں جلاوطن پاکستانی حکومت قائم کرنے کا اعلان کیا اور اس کا سارا اہتمام بھارت کی سرپرستی میں ہوا۔ وہ تو قدرت کا کرشمہ ہے کہ شرارت کا یہ میزائل

چل نہ سکا۔

اجمالاً یہ ہیں وہ کڑیاں جن سے بھارت کی مسلم دشمنی کی تاریخ بنتی ہے۔ تازہ فساد ہی کو نہیں، پچھلے سارے مسلم کش بلوؤں کو اس تاریخ کے نقشے میں رکھ کر دیکھیے۔ پھر سمجھ میں آئے گا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

حالات کی اس پوری تصویر کو سامنے رکھیں تو چند بیانات اور قراردادیں کافی نہیں ہیں۔ اس مسئلے کو عالم اسلام سچے جذبۂ اخوتِ اسلامی کے تحت اوّل درجے کی اہمیت دے، اور نیا رویہ اختیار کرے اب کی بار زور ان باتوں پر دینا چاہیے کہ:۔

۱۔ بھارت کی حکومت بین الاقوامی سطح پر واضح طور پر مسلم اقلیت کے تحفظ کی ضمانت دے۔

۲۔ تمام مسلم حکومتوں کی طرف سے ایک مشترک تحقیقاتی وفد کو بھارتی حکومت مدعو کرے اور اُن کو براہِ راست حالات کو سمجھنے اور خود مسلمانوں سے ان کی داستانِ غم سننے کا موقع دے۔

۳۔ مسلم ممالک سے صحافیوں کے وفود جائیں اور رپورٹیں تیار کر کے اشاعت میں لائیں۔

۴۔ جہاں جہاں انجمن ہلالِ احمر موجود ہے وہاں سے امدادی وفود بھارت میں روانہ کیے جائیں۔

۵۔ مسلم سربراہوں کا فوری طور پر اجلاس بلا کر اُس کے ذریعے مطالبہ کیا جائے۔ بھارتی حکومت حالیہ فساد میں مسلمانوں کی جانی ہلاکت اور اُن کے اموال اور کاروبار کی تباہی کا تاوان ادا کرے۔ یہ تاوان خونریزی کرنے والی آبادیوں سے وصول کیا جائے۔

۶۔ مسلمانوں کے جانی و مالی نقصان کے حساب سے ان کی گرفتاریوں اور اُن کے خلاف مقدموں کا تناسب دیکھا جائے۔ اس سے ظاہر ہو جائے گا کہ مسلمان ہی فسادات کا شکار ہوتے ہیں اور پھر مسلمانوں ہی کی زیادہ تعداد مجرم قرار دے کر گرفتار کی جاتی ہے۔ اس دوہرے ظلم کا انسداد کرایا جائے۔

۷۔ فوج یا پولیس کا کوئی ایسا دستہ موقع فساد پر نہ بھیجا جائے جس میں مسلمان سپاہی اور افسر تناسب آبادی کے مطابق شامل نہ ہوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت پولیس اور فوج کو شرپسند ہندوؤں کی اکثریت کا ساتھ دینے سے نہیں روک سکتی۔ اس تبدیلی کا کم سے کم یہ نتیجہ تو ضرور ہو گا کہ خود پولیس اور فوج کے اندر تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرنے والے لوگ موجود ہوں گے۔

۸۔ حالیہ فساد زدہ علاقوں میں ایسے تحقیقاتی کمیشن بٹھائے جائیں جو عدالتی سربراہی میں ہوں اور

جن میں مسلمانوں کے نمائندے (ان کی مرضی سے نامزد شدہ) تناسب آبادی کے مطابق شامل ہوں۔

۹۔ تمام مسلم حکومتوں کو چاہیے کہ دنیا بھر کی مسلم اقلیتوں کا ایک خصوصی سیل محکمۂ خارجہ کے تحت قائم کرنا چاہیے جو تمام ممالک سے کوائف جمع کرے اور خاص طور پر بھارت کے تازہ فساد کا فائیل بنانے کے علاوہ پچھلے فسادات پر تحقیقی کام کر کے ریکارڈ مکمل کرے۔ اس سیل کی طرف سے ہر سال مسلم اقلیتوں کے متعلق ایک سالانہ رپورٹ (یا YEAR BOOK) شائع ہونی چاہیے۔

ایسے مؤثر خطوط پر اگر کام نہ کیا جائے گا اور محض رسمی قراردادوں اور بیانوں پر اکتفا کیا جائے گا تو بھارتی مسلمانوں سے حسبِ سابق ایک ایک سال میں پانچ پانچ سو مرتبہ ہولی کھیلی جاتی رہے گی۔

آخر میں مجھے یہ کہنا ہے کہ بھارتی مسلمانوں کی داستانِ خونچکاں کو، جو علاوہ دورِ رفتہ کے قریب تر کے تینتیس سالوں کے اوراق پر خونِ مسلم سے لکھی گئی ہے، اور اس کے ساتھ بھارت کے اس اذیت ناک رویے کو جو وہ اپنے پڑوسی مسلم ملک پاکستان کے خلاف اختیار کیے ہوئے ہے، جب سامنے رکھتا ہوں تو مجھے سب سے بڑھ کر تکلیف پاکستان ہی کے بعض بھارت نواز عناصر کے اطوار سے ہوتی ہے۔

یہ وہ عنصر ہے جو ہزارہا مسلمانوں کی تباہی کے عین دوران میں بھی بھارت سے دوستی کے راگ الاپتا ہے۔ اس کے کئی افراد بھارت میں جا کر ریڈیو اور پریس سے ایسی باتیں کرتے ہیں گویا وہ پاکستانی نہیں ہیں۔ پاکستان میں وہ روس اور بھارت کے حلقہ ہائے اثر اندازی (LOBBIES) سے مسحور رہتے ہیں۔ بھارت سے کوئی سرکاری یا ادبی و صحافی شخصیت داخل ہو جائے تو دعوتیں کرتے ہیں اور بچھے جاتے ہیں۔ ماتھوں پر تلک لگاتے ہیں، بھارت کا ٹیلی وژن دیکھے بغیر اُن کا کھانا ہضم نہیں ہوتا اور بھارتی فلم سے لطف اندوز ہوئے بغیر اُن کا ہفتہ مکمل نہیں ہوتا۔ ان لوگوں میں اُس دیہاتی جتنی غیرت بھی نہیں جو اپنے بھائی کے قاتل سے ملنے تک کا روادار نہیں ہوتا، اور یہاں یہ حال کہ ہزارہا بھائیوں کے قاتلوں کے گلے میں ہار ڈالے جاتے ہیں۔ پاکستان کو جو بھی کمزوریاں اور مشکلات لاحق ہیں وہ اسی عنصر کی وجہ سے ہیں۔

---

(۳)

مسائل اور بھی ہیں۔

جن میں اوّلین مسئلہ افغانستان کا ہے جہاں کے مسلم شہریوں نے بے سروسامانی کے باوجود ایک سپر پاور

کی جارحیت کے خلاف ایمان و آزادی کی خاطر جہاد اور سرفروشی کی وہ مثال پیش کی ہے جس کا کوئی دوسرا نمونہ موجودہ مہذب دنیا میں سامنے نہیں آیا۔

لیکن مغربی قوتیں تھوڑے سے گرما گرم بیانات دینے اور کچھ سفارتی سرگرمی دکھانے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکیں۔ اگر مصیبت خود اُن پر آتی تو خاک و خون کے معرکے گرم ہو جاتے۔ مگر چونکہ ایک مسلم قوم ذبح ہو رہی ہے، اس لیے وہ کافی سمجھتے ہیں کہ روسی جارحیت کے خلاف پروٹسٹ کر دیا جائے اور افغانستانیوں کو داد دی جائے کہ شاباش۔

حد یہ ہے کہ اولمپک کھیلوں کے بائیکاٹ کی اسکیم بھی فیل ہو گئی، تجارتی مقاطعہ بھی کام نہ کر سکا، بلکہ امریکہ کا یہ فیصلہ کہ روس سے اب ٹیکنالوجیکل سطح پر تعاون نہ کیا جائے گا۔ اس میں بھی امریکیوں نے نقب لگائی ہے اور خالص جنگی مقصد کی ٹیکنالوجی روس کو برآمد کی جا رہی ہے۔

لیکن دوسروں سے گلہ کرنے سے پہلے ہمیں اپنا طرزِ عمل دیکھنا چاہیے۔ شروع شروع میں جو شور اٹھا تھا، اس کی لَے بھی دھیمی پڑ چکی ہے۔ اس سے زائد اگر کچھ کام ہوا تو یہ کہ بعض مغربی قوموں کے ساتھ ساتھ مسلم ممالک نے بھی مہاجرینِ افغانستان کی امداد کی ہے۔ لیکن نہ دولت سمیٹنے اور دولت سے لطف اٹھانے یا تفریحات و تعیشات میں مگن رہنے میں کوئی فرق آیا ہے، نہ کوئی تحریکِ جہاد کہیں دکھائی دیتی ہے، نہ لوگ تفرقہ پردازیوں کو چھوڑ کر صفِ اتحاد بنانے کے لیے کہیں کوشاں ہیں۔ کہیں خدا کے سامنے توبہ و انابت نہیں، کہیں ترکِ جرائم اور خیانت سے پرہیز نہیں۔ گویا ملک بہ ملک بدمستوں کے قافلے ہیں جو سر پہ لٹکے ہوئے حالات سے بے خبر پستی کی طرف لڑھک رہے ہیں۔

---

(۴)

ہم اہلِ پاکستان ایران کے اسلامی انقلاب کا ہر قدم پر خیر مقدم کرتے رہے ہیں اور اس کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والے عناصر کے علی الرغم یہاں سے تائید و حمایت کی آواز اٹھی ہے۔

لیکن ایران کے اخبار جمہوریہ اسلامی میں بھارتی مسلمانوں پہ ٹوٹنے والی قیامت کے سلسلے میں جس طرح کا زہریلا گمراہ کن اظہارِ خیال ایڈیٹر صاحب کے دستخطوں کے ساتھ کیا گیا ہے اور بھارت کی پشت پناہی کرنے کے ساتھ پاکستان کو مخالفت کا ہدف بنایا گیا ہے اسے پڑھ کر تمام اہلِ پاکستان

کو صدمہ ہوا ہے۔ اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مسلم کش بلووں سے جن کو "ہندو مسلم فساد" کے عنوان وہی شخص دے سکتا ہے جو حالات سے بالکل نابلد ہو، امریکی سامراجی سازش کا نتیجہ ہیں۔ اب ذرا اس فقرے کو بھارت کی مسلم دشمنی کی اس تاریخ کے سامنے رکھ کر دیکھیے جس کے اجمالی خدوخال ہم نے بیان کیے ہیں۔ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ لمبے سلسلۂ واقعات کی ایک کڑی ہے۔ غور صرف ایک کڑی پر نہیں کیا جانا چاہیے، پورے سلسلۂ واقعات کو دیکھیے کہ پچھلے ہزار سالہ دور میں کیا بھارت میں سب کچھ امریکی سازش کے تحت ہوتا رہا ہے؟ اگر نہیں تو اخبار جمہوریہ اسلامیہ کے ایڈیٹر صاحب نے کون سی ریسرچ حالیہ مسلم کش بلووں کے خلاف کی ہے کہ وہ کہاں سے کس طرح شروع ہوئے اور کیا شکل اختیار کر گئے ہیں۔ وہ تو یہ بھی نہ جانتے ہوں گے کہ مسلمانوں پر کیا گزری ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ اس اداریے میں سارا زور امریکی سامراج پر صرف کیا گیا ہے، حالانکہ روسی سامراج بھی کام کر رہا ہے اور بھارت سے تازہ معاہدۂ دوستی کر کے اُسے تباہ کن اسلحے کا انبار عطا کر کے وہ اتنی اہمیت اختیار کر چکا ہے کہ افغانستان کے متعلق بھارت کی پالیسی عالم اسلام اور برصغیر کے کے مسلمانوں کے نقطۂ نظر کے خلاف رُوس نوازی کی ہے۔ اندریں صورت یہ زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ روس کے اشارے سے مسلم کش بلووں کی طوفانی لہر اٹھی ہو تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو افغانستان کے مجاہد مسلمانوں سے ہمدردی کی سزا بھی مل جائے اور پاکستان اور عالمِ اسلام کی توجہ بھی بٹ جائے۔ سوال یہ ہے کہ اس رُخ پر ایرانی ایڈیٹر صاحب نے کیوں غور نہیں فرمایا۔ نام کو بھی انہوں نے روسی سامراج کی جارحیتوں اور سازشوں کے بارے میں کوئی اظہارِ احساس نہیں کیا ہے۔ ان کے موقف کو کسی حد تک گوارا کیا جا سکتا تھا صاحب کہ وہ دونوں سامراجی قوتوں کے لیے یکساں اندیشے ظاہر کرتے۔ اب تو یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ کوئی رُوس نواز شخص ایرانی اخبار کا اداریہ لکھ رہا ہے۔

ساتھ ہی اپنے الزامِ سازش کی لپیٹ میں انہوں نے پاکستان کو بھی لیا ہے کہ امریکہ اسے مسلح کر کے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ کیا ایرانی ایڈیٹر کو یہ معلوم نہیں کہ پاکستان نے امریکہ سے نہ کوئی فوجی معاہدہ کیا ہے اور نہ اسلحے کا کوئی سودا کیا ہے۔ بلکہ اُسے جو پیشکش کی گئی تھی اُسے ٹھکرا چکا ہے۔ پاکستان پر خفیہ طور پر اسلحہ جمع کرنے کا الزام تو بھارتی پروپیگنڈے کا ایک شاخسانہ ہے۔ اگر یہی ماخذ ہے ایرانی ایڈیٹر صاحب کی معلومات کا تو اُن کے راہوارِ قلم کی جولانیاں نہ جانے

کیا کیا کرشمے دکھائیں گی۔ اچھا فرض کیجیے کہ پاکستان دنیا کے کسی ملک سے اسلحہ خریدتا بھی ہے تو کیا یہ اس لیے جرم ہوگا کہ روس یا بھارت اگر مسلمانوں کی اس مملکت کے خلاف کبھی برا ارادہ کریں تو اسلحہ سے محروم فوج ان کے سامنے ہو اور وہ دنوں میں اس کا صفایا کر دیں۔ آخر ایرانی اخبار نویس کو اس بات سے کیوں دلچسپی ہے کہ پاکستان کو غیر مسلح رہنا چاہیے، اسلحہ رکھنا صرف ایران اور بھارت کا حق ہے۔ سوال یہ بھی ہے کہ کیا ایران ہمیں اسلحہ دینے کو تیار ہے؟

فرماتے ہیں کہ بھارت سے ہماری دوستی ہے۔ کیوں نہ ہو، اوّل تو بھارت سامراجی قوتوں کی صف دوم کا ایک ملک ہے جس میں اسرائیل اور ویت نام کھڑے ہیں۔ دوسرے بھارت کی دوستی روسی نوازشات کے خزانوں کی کلید بن سکتی ہے۔

یہ البتہ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ "اسلام" اور "اسلامی انقلاب" کی علمبرداری کرتے ہوئے ایرانی ایڈیٹر صاحب کو یہ خیال کیوں نہ آیا کہ اُن کا اوّلین رشتہ اخوت مسلمانوں کے ساتھ ہے، ملت کے ساتھ ہے، یہی رشتہ ہے کہ جس کے تحت برسوں سے ہم شاہ کے ظالمانہ اقتدار کے خلاف اسلامی انقلاب کی جدوجہد کی تائید کرتے رہے ہیں اور اس میں ہم نے شیعہ سنی تفریق کا کبھی لحاظ نہیں رکھا۔ عجیب بات ہے کہ اسلامی ملکوں سے تو آپ کا ایک عنصر بڑا عناد رکھتا ہے، ان میں ظلم کے انسداد کے لیے اپنے انقلاب کو برآمد کرنے کا اعلان کرتا ہے، عراق سے آپ کا جھگڑا ہے، خلیجی ممالک سے اندرونی طور پر آپ نفرت رکھتے ہیں، مصر سے ویسے ہی منافات ہے۔ اب پاکستان پر بھی کھلے حملوں کا آغاز کر دیا گیا ہے پھر کیا بھارت میں ہوتے ہوئے مظالم آپ کو دکھائی نہیں دیتے، اور وہاں اسلامی نظام سے محروم عوام نہیں پائے جاتے۔ وہاں آپ انسداد ظلم کے لیے اپنے انقلاب کو برآمد کرنے کا نعرہ نہیں لگاتے۔ عجیب بات ہے کہ "با مسلماں، اللہ اللہ" تو نہ ہو، صرف "با برہمن رام رام" ہو

آپ وہاں کے مظلوم مسلمانوں کو نشانہ عتاب بنانے سے پہلے ذرا بھارتی اخبارات کو بھی بغور دیکھ لیتے تو اچھا تھا۔ بھارت کے مشہور صحافی خشونت سنگھ نے اس الزام کی تردید کی ہے کہ فسادات کی ذمہ داری مسلمانوں پر عاید ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مسلمان اقلیت میں ہیں اور فوجی اور سول ملازمتوں اور سماجی زندگی میں اُن کے خلاف امتیاز برتا جاتا ہے، اس وجہ سے ہر بار فسادات میں نقصان اُٹھانے والے وہی ہوتے ہیں۔ یہ ہے بھارت کے ایک غیر مسلم صحافی کی شہادت جو موقع پر موجود ہے۔ ایسی شہادتیں اور بہت

ہیں۔ حیرت ہے کہ اس کے مقابل ایران کا دُور بیٹھا ہوا ایک مسلم صحافی مسلمانوں پر الزام رکھتا ہے اور اُن کو کسی سازش کا آلہ کار سمجھتا ہے۔

ہند و مسلم صلح سل منی کی بات کرتے ہوئے آپ پہلے اپنے ہاں عربوں اور کُرد دوں کو تو ہم آہنگ کر لیجیے۔ پھر آپ دوسروں کو تلقین کیجیے گا۔

پاکستان میں ایرانی ناظم الامور نے یہ صفائی دی ہے کہ ہمارا پریس آزاد ہے اور کسی ایڈیٹر نے اگر کوئی بات لکھ دی ہے تو ضروری نہیں کہ وہ سرکاری پالیسی ہو۔ ہم پوچھتے ہیں کہ "مسلم کشی" اور خواتین کی آبروریزی، قرآن جلائے جانے اور عبادت گاہوں میں خنزیر گھسا دینے یا خنزیر کا گوشت ڈلوا دینے کے بے حساب واقعات جب ہو رہے ہوں، تو ایک مسلم حکومت کو اپنی پالیسی واضح کرنی تو چاہیے۔ پھر آپ کی سرکاری پالیسی کیا ہے؟

ایران میں جہاں حکومت کی پالیسی کے خلاف لکھنے والے بعض اخبار بند کر دیے گئے اور جہاں آج بھی کوئی اخبار بے کھٹکے ہر بات نہیں لکھ سکتا، وہاں آخر یہ ممکن کیسے ہوا کہ ایک مسلم اخبار نہایت زہریلا اداریہ بھارتی مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف لکھے اور نہ ایرانی حکومت اُس سے کوئی باز پرس کرے، نہ اس کی تردید میں بیان جاری کرے، نہ اپنی پالیسی کو واضح کرے۔ اگر بالفرض پریس آزاد بھی ہو تو آخر وہ اسلامی انقلاب کے بعد اس معنی میں تو آزاد نہیں ہو سکتا کہ اسلام اور ملت اور مسلم اقوام میں سے جس کے خلاف جو چاہے لکھتا رہے، کوئی تعرض نہیں کیا جانا چاہیے۔ اب تو ایڈیٹر صاحب وزیر خارجہ بھی ہیں۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو امن سے رہنا چاہیے۔ کاشکہ آپ کو پچھلی ساری تاریخ اور ہندو اکابر کے بیانات اور اُن کے بنیادی فلسفۂ سیاست کا علم ہوتا۔ اگر ظلم سہتے ہوئے امن سے رہنا کوئی معنی رکھتا ہے تو پھر جا کے کہیے فلسطین والوں کو اور فلپائنی مسلمانوں کو اور اریٹیریا کے جانبازوں اور افغانستان کے مجاہدین کو، کہ امن سے رہو، اور اس فلسفے کے تحت تو خود آپ کے ہاں جب ۱۹۶۳ء میں شاہ کے خلاف دینی حلقوں سے جدوجہد ہو رہی تھی تو اُس وقت دنیا بھر کی طرف سے یہی نصیحت کی جانی چاہیے تھی کہ شاہ کے نظامِ ظلم کے تحت امن سے رہیے۔ بلکہ حالیہ انقلاب میں جب عوام اور طلبہ پولیس اور فوج کی گولیوں سے بھُن رہے تھے تب بھی آپ پر زور یہی ڈالا جانا چاہیے تھا کہ صاحب جانے دیجیے، آرام چین سے رہیے۔

آپ کی ۶۳ء والی جدوجہد کے وقت اسی ماہنامہ ترجمان القرآن نے آپ کی انقلابی جدوجہد کے حق میں اور شاہ کے مظالم کے خلاف ایک اداریہ لکھا تھا...... ہمارا یہ قصور ان وجوہ میں شامل تھا جن کے تحت جماعت کو خلافِ قانون قرار دیا گیا اور جماعت کے اہلِ قیادت جیلوں میں ڈال دیے گئے۔

کیا ہم آپ کی جدوجہد کے متعلق یہ کہتے تو آپ کو اچھا لگتا کہ یہ تو سامراجی سازش ہے یا کوئی غیر خود ہم لوگوں سے کہتا کہ آپ نے کسی سامراجی سازش کے زیر اثر ایران کے علماء کی حمایت کی ہے۔

آخر میں ہم محترم رہنما آیت اللہ خمینی سے فریاد کرتے ہیں کہ ہم پاکستان اور برصغیر کے مسلمان جو ہمیشہ سے آپ کی جدوجہد کی تائید کرتے رہے ہیں، اس کے جواب میں بھارت کے مسلمانوں کی سعیِ بقاء و تحفظ کو آپ کے کچھ غلط الفکر لوگ سبوتاژ نہ کریں جو سو کروڑ برہمنی مہاجنی سامراج کے خلاف مدتوں سے جاری ہے۔ نیز پاکستان کے ساتھ جہاں اسلامی نظام کی تحریک کام کر رہی ہے اور جہاں کے عوام ایران کے خیر خواہ ہیں، اخوت کے قائم شدہ رشتوں کو توڑنے کے بجائے انہیں مستحکم کریں۔ آپ کے ہاں روس کے آلۂ کار ایسے موجود ہیں کہ ایران کے تعلقات ہر مسلمان ملک سے خراب کر کے اسے ایسے حلقۂ دوستی میں ٹانک رہے ہیں جس کی باگ ڈور روس کے ہاتھ میں ہے۔ خدارا اپنے موجودہ مرحلۂ زندگی کو ملحوظ رکھ کر آپ غلط عناصر کی شدت سے سرکوبی کریں اور انقلاب کو کسی ایسے صحیح رخ پر ڈال کے جائیں کہ مختلف ممالک میں بقا کی جدوجہد کرنے والے مسلمانوں کی مساعی پر پانی نہ پھر جائے۔

بہتر ہوگا کہ آپ فوری طور پر ایک بیان دے کر بھارتی مسلمانوں اور پاکستان کے متعلق پالیسی کے صحت مندانہ خطوط واضح کر دیں اور اس سلسلے میں ایرانی اکابر کو رہنمائی اور ہدایات دیں۔

ہم خدا کے فضل سے آپ کی مساعی اور ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے لیے دعاگو ہیں۔